ملی کو سخت خطرہ میں ڈال دیا تھا اس کا فوری اثر یہ ضرور ہوا کہ تمام علمی اور ادبی سرگرمیوں پر جمود مطلق طاری ہوگیا لیکن پھر مختلف سمتوں سے چند خدا کے بندے اُٹھے اور انھوں نے علم و ادب کے کالبد بے روح میں حرکت ہی پیدا نہیں کی بلکہ بعض اعتبارات سے اسے پہلے سے زیادہ مضبوط اور تندرست و توانا بنا دیا۔ دارالعلوم دیوبند۔ ندوۃ العلماء۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ دارالمصنفین۔ ندوۃ المصنفین۔ جامعہ ملیہ اور اس طرح کے اور بیسیوں ادارے سب اسی عہد "غلامی" کی یادگار ہیں اور پھر مولانا نانوتوی۔ سید انور شاہ۔ شیخ الہند۔ شبلی حالی۔ اکبر۔ اقبال۔ ابوالکلام۔ حسین احمد۔ اور سید سلیمان ندوی یہ اور ان جیسے اور اکابر و افاضل علم و ادب سب اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں اس بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ علمی، ادبی اور ثقافتی اعتبار سے مسلمانان ہند کا یہ دور ان کے سابق دورِ حکومت سے بہتر اور عمدہ تر نہیں تھا۔

مسلمانوں نے اس دور میں ایک طرف جدید علوم و فنون حاصل کئے اور ان میں تصنیف و تالیف کی اور دوسری جانب اپنے قدیم سرمایۂ علوم و فنون کی حفاظت کا یہ بندوبست کیا کہ ان کی تعلیم کے لئے مدارس قایم کیے اور پرانی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اسی سلسلہ میں نولکشوری پریس۔ مطبع مجتبائی اور کانپور و کلکتہ کے دوسرے مطابع نے جو اہم اور عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری نہضتِ قومی کی تاریخ کا ایک شاندار باب ہیں اگر ان مطابع کے مالک مسلمانوں کی اجتماعی موت کا یقین کر کے پرانی کتابوں کی اشاعت و طباعت کا کام سرانجام نہ دیتے تو کوئی شبہ نہیں کہ آج ہمارے علوم و فنون کا بازار کبھی کا سرد ہوگیا ہوتا اور ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کی ہوا بھی نہ لگتی۔

یہاں اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ان مطابع کے مالکوں نے صرف علوم و فنون کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی انھوں نے بے شمار منافع حاصل کئے ایک ایک نے لاکھوں روپیے پیدا کئے آج ان لوگوں کی نسلیں اسی زمانہ کی کمائی کے سہارے نوابی کر رہی ہیں۔